

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمعین حقانی

نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی النمام

چغل خور کا بیان

○ حدثنا ابن ابی عمرنا سفیان عن ابراهیم عن ہمام بن النجار قال مر رجل علی حذیفۃ بن الیمان فقيل له ان هذا يبلغ الامراء الحدیث عن الناس فقال حذیفۃ سمعت رسول الله ﷺ يقول لا یدخل الجنة قتات قال سفیان والقتات النمام۔ هذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: ہمام بن النجار روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے ایک آدمی کا گزر ہوا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ آدمی حکمرانوں کو لوگوں کی باتیں پہنچا دیتا ہے۔ تو حذیفہ نے کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے ”چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا“۔ حضرت سفیان نے کہا کہ قتات نام (یعنی چغل خور) کو کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح و تشریح: اس باب میں چغل خوری کی مذمت کی گئی ہے، قتات چغل خور کو کہا جاتا ہے۔ یہ قت الحدیث سے ماخوذ ہے۔ ای زورہ، وہیاء، وسواہ یعنی بری بات کو بتانا۔ تیار کرنا۔ برابر کرنا، چغل خوری کا حاصل معنی یہ ہے کہ کسی ایک قوم یا فرد کا کلام دوسرے فرد یا قوم کو شر اور فساد پھیلانے کے طور پر نقل کرنا اور کسی ایک کا قول یا فعل کسی دوسرے کو زبان سے بتانا یا لکھ کر بھیجنا یا اشارۃً اور کنایہ اس کو سمجھانا کہ اس پہلے شخص کے اس قول یا فعل سے یہ دوسرا آدمی خبردار ہو جائے۔ اور اس کے دل میں اس کے ساتھ نفرت اور دشمنی پیدا ہو جائے اور پھر اس کے نتیجے میں اس کے خلاف کچھ اقدام کرے۔ پس چغل خور کا مقصد ہی شر اور فساد پھیلانا اور فتنہ برپا کرنا ہوتا ہے اور شر و فساد کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے اور جنت بھی مفسدین کی جگہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

قنات اور نمام میں فرق:

اس حدیث میں لفظ قنات مذکور ہے اور حضرت سفیان سے اس کی تفسیر نمام کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قنات اور نمام دونوں کا معنی ایک ہے یعنی چغل خور، لیکن محدثین حضرات نے ان دونوں کے درمیان باریک فرق بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ نمام وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سنتا ہے۔ اور پھر یہی باتیں دوسروں کو شر اور فساد کے ارادے سے پہنچا دیتا ہے اور قنات وہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ آپس میں باتیں کرتے ہوں اور یہ چپکے سے کان لگا کر ان کی باتوں کو سن لیتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کے سننے سے بے خبر ہوتے ہیں اور یہ آدمی پھر ان کی یہ باتیں اوروں کو پہنچا دیتا ہے۔ شر اور فتنہ برپا کرنے کیلئے پس دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ہر ایک شر اور فساد کی نیت سے ایک کی بات دوسرے کو پہنچاتا ہے اور اس اعتبار سے دونوں نے چغلی کی اور دونوں کا معنی ہے چغل خور۔ لیکن اس قدر مشترک کے علاوہ نمام نے یہ جرم کیا کہ ان لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچایا کہ انہوں نے اس پر اعتماد کر کے اس کے سامنے وہ باتیں کیں جن کا دوسروں (مخالفین) پر ظاہر ہونے کو وہ پسند نہ کرتے تھے۔ لیکن اس نے ان کی باتوں کو مخالفین پر ظاہر کر کے ان سے خیانت کی، کیونکہ حدیث میں ہے 'المجالس بالامانة' یعنی مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں شرکاء مجلس کی مرضی کے خلاف ان کی باتوں کو دوسروں پر ظاہر کرنا خیانت ہے کسی کی مرضی کے خلاف ان کی باتوں کو خفیہ طور پر کان لگا کر سننا حرام ہے:

دوسری طرف قنات میں اگرچہ یہ معنی تو موجود نہیں ہے لیکن اس نے ایک اور بہت بڑا جرم کیا جو نمام میں نہیں اور وہ یہ کہ کسی کی باتوں کو خفیہ طور پر کان لگا کر سننا، حالانکہ وہ اس کو سنانا پسند کرتا ہو، یہ بھی کان سے متعلق ایک گناہ کبیرہ اور فاضل حرام ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من استمع حديث قوم وهم له كارهون صب في اذنيه الا نك يوم القيمة یعنی الرصاص (الحديث) ترجمہ: جس نے کسی قوم کی باتوں کو سننے کے لئے کان لگایا، حالانکہ وہ اس کے سننے کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا تانبا بٹا ملا جائے گا۔ انتہی۔ حضرت تھانویؒ نے اپنی کسی تصنیف میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ رہا ہو اور اس مجلس میں بعض لوگ کچھ ایسی باتیں کر رہے ہوں جن کو وہ اس آدمی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے ہوں لیکن وہ اس لئے ان باتوں میں مشغول ہیں کہ ان کے خیال کے مطابق یہ آدمی سوراہا ہے اور نیند کی حالت میں ہے، حالانکہ یہ آدمی بیدار ہو اور اس کو نیند نہ آئی ہو۔ تو اس آدمی کے لئے اپنی حالت پر خاموش رہ کر ان کی باتوں کو سننے رہنا حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ کھٹکارنے یا حرکت کرنے وغیرہ سے ان کو سمجھا دے کہ میں سویا نہیں ہوں، تاکہ وہ ایسی باتیں نہ کریں جن کو وہ اس سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں۔

قبائس: یہاں ایک تیسرا فرق قنات اور چغل خور کے لئے استعمال ہوتا ہے جس آدمی کو کہا جاتا ہے جو کسی آدمی

سے خود بات نہ سنے بلکہ لوگوں سے اس آدمی کی سنی سنائی باتوں کو دوسروں تک فساد کے لئے پہنچا دیتا ہو۔
حکمرانوں کو لوگوں کی باتیں پہنچانا:

ان هذا يبينغ الأمراء الحديث عن الناس:

یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ شخص لوگوں کی باتیں حکمرانوں تک پہنچا دیتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ ارشاد سن لیا ہے کہ جمل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ لوگوں کے عیوب اور نقائص کو حاکموں تک پہنچانا چغلی ہے اور ناجائز ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور ملک و ملت کے لئے کچھ فائدہ نہ ہو بلکہ مقصد صرف یہ ہو کہ ان لوگوں اور حکمرانوں کے درمیان دوری پیدا ہو جائے۔ نفرت اور دشمنی پیدا ہو جائے یا رباب حکومت ملک کے با اثر مقتدا لوگوں کے عیوب کو صرف اس لئے معلوم کر رہے ہوں کہ وہ ان گھے عیوب کو عوام الناس پر ظاہر کریں تاکہ ان کے ایج متاثر ہوں اور پھر یہ با اثر اور مقتدا لوگ رباب حکومت کے ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں۔ تاکہ آج کل کی سی آئی اے وغیرہ ایجنسیاں اس قسم کے مقاصد کیلئے استعمال ہو رہی ہیں کہ لوگوں کے درپردہ عیوب اور جرائم معلوم کر کے ریکارڈ کریں اور پھر حسب موقع اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کریں پس یہ کام ناجائز ہے۔

البتہ اگر حکومت کو پہنچانے میں کوئی مصلحت ہو اور ملک و ملت کے لئے اس میں فائدہ ہو مثلاً کسی کی طرف سے حکومت کے خلاف یا ملک و ملت کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہو تو اس سے حکومت کو باخبر کرنا ضروری ہے اور لازم ہے تاکہ وہ بروقت فتنہ و سازش کا تدارک کرے۔ یا کوئی آدمی مفسد ہے، قتل و غارت اور ڈکیتی وغیرہ فسادات کر رہا ہے تو حکومت کو اطلاع دینا اور اس کی شرانگیزیوں سے انتظامیہ کو خبر کرنا درست ہے۔ تاکہ حکومتی انتظامی شعبہ اس کی خبر لے لے اور اس کے ہاتھوں سے صادر ہونے والے فسادات کی روک تھام کرے۔

باب ماجاء فی العی

کم گوئی کا بیان

○ حدثنا احمد بن منيع اخبرنا يزيد بن هارون عن أبي غسان محمد بن مطرف عن حسان بن عطية عن أبي أمامة عن النبي ﷺ قال: الحياء والعی شمان من الايمان والبذا والبيان شعبتان من النفاق- هذا حديث حسن غريب إنما نعرفه من حديث أبي حسان محمد بن مطرف قال والعی قلة الكلام والبذاء هو الكلام في الكلام وبيان هو كثرة الكلام. مثل هؤلاء

الخطباء الذین یخطبون فیو مسعون فی الکلام ویفصحوں فیہ من مدح الناس فیما لا یرضی اللہ۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حیاء کرنا اور کم بولنا ایمان کی دو شاخیں ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے حدیث ابوہسان محمد بن مطرف کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”الحی“ کا معنی ہے کم بولنا۔ اور ”البذاء“ فحش باتیں کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور ”البیان“ سے مراد ہے حاجت سے زیادہ بولنا، جیسا یہ خطیب حضرات جو خطاب کرتے ہیں تو کلام میں توسیع کرتے ہیں (یعنی معمولی اور بے مغز بات بڑھا چڑھا کر کہتے ہیں)۔ اور کلام میں تکلف کے ساتھ باریکیاں نکال کر لوگوں کی وہ مدح سرائی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہوتی۔

توضیح و تشریح:

انعی عین کے کسرہ اور یا مشدہ کے ساتھ باب سمع سمیع سے آتا ہے۔ عیبی فی المنطق عیباً کا معنی ہے بات میں بند ہونا۔ اس سے صفت یعنی وزن فعل پر آتا ہے اور جمع اعییاء وزن افعلام پر آتی ہے۔ پس اصل میں اس کا معنی ہے کلام سے بند ہونا اور بات کرنے میں عاجز ہونا اس کا ایک لازمی معنی جہل اور بے علمی بھی ہے۔ کیونکہ جس کے پاس کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو وہ اس چیز کے بارے میں بات کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور بات نہیں کر سکتا۔ اس معنی کے لحاظ سے ایک روایت میں ہے۔ الما شفاء العی الموال، یعنی جہل اور لاعلمی کا علاج ہے سوال کرنا اور پوچھنا، یعنی اہل علم سے پوچھا جائے تو وہ جواب دے کر جہل اور لاعلمی کا ازالہ کریں گے۔ لیکن یہاں لاعلمی اور جہل مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جہل اور لاعلمی کو ایمان کا شعبہ اور ایمان کا حصہ قرار دینا درست نہیں۔ بلکہ یہاں گناہ کی باتوں اور بے فائدہ باتوں سے سکوت کرنا مراد ہے۔ نیز تامل اور تدبر کے ساتھ رک رک کر بات کرنا مراد ہے تاکہ گناہ کی بات اور نازیبا کلام سے اجتناب کیا جاسکے۔ اور لاعلمی باتوں میں واقع نہ ہو یہی خصلت ایمان کا شعبہ ہے۔ اور اچھے ایمان کی علامت ہے۔

الحصاء والعی شعبتان من الایمان:

حیاء اور بے با فائدہ باتوں سے سکوت کرنا ایمان کے دو شعبے ہیں۔ الحیاء کسی قبیح اور بری چیز کے ارتکاب پر معیوب اور ملامت ظہرنے کے خوف سے نفس میں جو انقباض تغیر واکھار آتا ہے اسی کا نام حیاء ہے۔ حیاء ایک ایسی خصلت ہے جو مؤمن کے لئے زینت ہے جس طرح ایمان انسان کو برائیوں سے روک دیتا ہے۔ اسی طرح حیاء بھی انسان کو بری عادات اور قبیح افعال سے روک دیتی ہے۔ اس وجہ سے حیاء کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حیاء اور ایمان تو آمن (جرامان) ہیں۔ جب ایمان بے حیاء ہوگا تو اس کے پیچھے کل جاتا ہے۔ یعنی جب

حیاء نکل جائے تو ایمان بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کی تفصیل پہلے ابواب میں گزر چکی ہے۔

واللعیٰ اور قلت کلام بے ہودہ اور بے فائدہ باتوں سے سکوت اختیار کرنا بھی ایمان کا شعبہ ہے۔ اور اس کی وضاحت ابھی گزر چکی ہے یہ سکوت اختیار کرنا جو کہ ایمان کا شعبہ ہے وہ ہے جو کہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے سکوت کیا جاوے۔ ورنہ جہاں بات کرنے کی ضرورت ہو اور بات کرنے میں مصلحت ہو تو پھر خاموشی اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ پیش خردمند خامشی اہب است بوقت مصلحت آں بہ کہ در سخن کوشی

والبذاء والبیان شعبتان من النفاق

فحش گوئی اور بیان منافقت کے دو شعبے ہیں۔ البذاء کا معنی ہے فحش کلام اور حیاً سوز باتیں۔ یہ نفاق کی شاخ ہے کیونکہ منافق ہی حیاء سے عاری ہوتا ہے۔ مومن تو پاکیزہ اخلاق سے مزین ہوتا ہے۔ وہ فحش گوئی اور خلاف حیاء گفتگو سے پرہیز کرتا ہے اور بیان سے بھی نفس بیان کردہ نہیں ہے۔ کیونکہ بیان تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے الرحمن O علم القرآن O خلق الانسان علمہ البیان O (الرحمن) یعنی مہربان ذات نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کی تعلیم دی۔

یعنی انسان تو نطق اور بیان ہی کی بدولت دوسرے حیوانات سے ممتاز ہے اور بیان کے ذریعے انسان آسانی کے ساتھ اظہار مافی الضمیر کرتا ہے اس کے پاس جو علم ہو وہ بیان کے ذریعے دوسروں تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز دوسرے کے پاس جو علم ہو وہ بیان کے ذریعے اس سے سن کر اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر لیتا ہے۔ اور اس طرح روز بروز اس کے علوم میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور وہ دینی اور دنیوی علوم کی روشنی میں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا دیتا ہے۔ اگر غور کیا جاوے تو انسان نصیب بیان ہی کی وجہ سے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہے پس بیان کو منافقت کا شعبہ کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ حاجت سے زیادہ بولنا اور کثرة الکلام ہی اس سے مراد لیا جاوے جو کہ شرعاً مذموم ہے زیادہ بولنا اور ہر وقت بیان کو جاری رکھنے میں بہت سے مفاصد ہیں۔ جھوٹ، غیبت، بہتان اور لوگوں کو ہسانے کیلئے بات کرنا لغو اور بے ہودگی میں مشغول رہنا لوگوں کو تنگ کرنا دوسروں کی بات درمیان میں کاٹنا لوگوں کے ساتھ استہزاء اور ان کی توہین کرنا وغیرہ زیادہ بولنے کے لوازمات میں سے ہیں اور خاموش رہنے میں سے ان تمام تر مہلکات و خطرات سے انسان بچ سکتا ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے۔ من سکت سلم ومن سلم نجا۔ یعنی جو آدمی خاموش رہا تو وہ خطرات اور مہلکات سے بچ گیا۔ اور جو مہلکات سے بچ گیا اس نے نجات پائی۔

حاصل اس بحث کا یہ ہے کہ جس طرح ”اللعیٰ“ میں سکوت اور چپ رہنے کی فضیلت بیان ہوگئی اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر حالت اور ہر موقع پر سکوت اختیار کیا جاوے بلکہ مراد یہ ہے کہ گناہ کی باتوں اور فضول کلام سے سکوت اختیار کرنا شعبہ ایمان ہے۔

اخیر میں (گوٹکا شیطان) کہا گیا ہے۔ اسی طرح فحش گوئی اور بیان کو نفاق کا شعبہ قرار دیا گیا ہے۔ تو بیان سے بھی گناہ کی باتیں اور ضرورت و حاجت سے زیادہ باتیں کرنا مراد ہے جس میں دینی یا دنیوی کسی قسم کا فائدہ اور مصلحت نہ ہو۔ تو ایسی بے ہودگی اور محض خرافات بکنا منافق کا کام ہے، مومن کا نہیں۔ ورنہ نفس بیان تو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، جائز حدود کے اندر اس کو استعمال میں لانا ضروری ہے۔ اس تفصیل کے مطابق پوری حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ مومن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ با حیا ہو اور لغو بے ہودہ باتوں خاموش رہنے والا ہو، فحش گو اور بد زبان نہ ہو۔ حاجت اور ضرورت کے بغیر فضول باتیں کرنے والا نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَتْ يَوْمَهُ وَالْيَوْمُ الْآخِرُ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ (الحديث) یعنی جو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ بھلائی کی بات کرے اور یا پھر خاموش رہے۔ والبیان ہو کثرة الکلام مثل هؤلاء الخطباء الخ امام ترمذی حدیث کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیان سے مراد کثرت الکلام۔ یعنی زیادہ بولنا ہے۔ اور پھر سمجھانے کیلئے اپنے زمانے کے خطیب حضرات کو بطور مثال پیش کرتے ہیں چنانچہ ہر زمانے میں بعض حضرات ایسے ہوتے ہیں جو کہ خطاب اور تقریر میں شہرت پانچے ہوتے ہیں اور ان مقررین حضرات کے غالب افراد ایسے ہوتے ہیں جو کہ بحکف رقت آمیز لہجہ بنا دیتے ہیں اور الفاظ کو بنا سجا کر محفل کی رونق افزائی کرتے ہیں اور کبھی لوگوں کو ہنسانے کیلئے مسکھ خیز لطائف اور بسا اوقات خلاف حقیقت قصے سنا دیتے ہیں۔ ایسے قصہ گو ملاؤں کی تقاریر تو لوگ شوق سے سنتے ہیں اور لذت حاصل کرتے ہیں لیکن اس سے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی ایسے مولوی حضرات کی تقریر ختم ہونے پر جب لوگ واپس جاتے ہیں تو ہمارے پشتوں میں ایک کہاوت مشہور ہے کہ عوام آپس میں کہتے ہیں: کافر ملا و و ظالمی مسئلہ نہ او کڑے۔ یعنی کافر مولوی تھے ظالم مسائل بیان کئے۔ مطلب یہ کہ عوام کے دلوں میں اس سے کچھ روشنی اور روحانیت پیدا نہیں ہوتی۔ صرف اس کی فنکاری پر تعجب کرتے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جیسا کہ یہ خطیب حضرات جو تقریر کرتے ہیں تو بات کو بدھا دیتے ہیں اور حکف کے ساتھ فصاحت ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کی مدح اس طرح کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرتا، یعنی خلاف حقیقت مبالغے کرتے ہیں، خلاف حقیقت مبالغہ کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی مدح بیان کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہ نعمت خوان وغیرہ سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں، حد سے بڑھتا کسی کے حق میں بھی جائز نہیں چاہے بغیر ہو یا اپنے شیخ اور استاذ ہو یا پیر و مرشد ہو انزلو الناس منازلہم، یعنی ہر کسی کو اپنی حیثیت کے مطابق مقام دینا چاہیے۔